فسادات اور
ہندوستانی مسلمان

سلسلہ نمبر: 185

خطاب جمعہ

11 اگست 2023

/AIMPLB_Official

خطاب جمعہ: ۱۱/اگست ۲۰۲۳ء

فسادات اور ہندوستانی مسلمان

افادات: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(سابق صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

حالات وواقعات سے سبق لیں

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین امّا بعد!

حضرات! ہم مسلمانوں کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جابجا یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ہم واقعات وحالات سے فائدہ اٹھایا کریں، اور ان سے صحیح نتیجہ نکالیں، اسباب اور اسباب کے نتائج میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص تعلق پیدا کیا ہے، جیسے دواؤں میں خاصیت ہے، درخت کی پتّیوں میں خاصیت ہے، یہاں تک کہ گھاس پھوس میں خاصیت ہے، اعمال، اخلاق، طرزِ عمل اور زندگی کے طور طریق میں اس سے بھی زیادہ طاقتور خاصیتیں ہیں، اس لیے کہ دوائیں، غذائیں، نباتات، حجریات تو انسان کی زندگی کی حفاظت اور انسان کو امراض کی تکلیف سے بچانے کے لیے پیدا کی گئی ہیں، زندگی تو اصل چیز ہے، جو واقعات ہمارے گردو پیش گزرتے ہیں، اُن سے ہمیں سبق لینا چاہیے اور قرآن مجید میں اس کی نہ صرف ہدایت کی گئی ہے، بلکہ سبق نہ لینے پر ناراضگی کا اظہار اور اس بے حسی کی مذمّت کی گئی ہے:۔

سورۂ یوسف علیہ السلام کے آخر میں آتا ہے:۔

وَكَأَيِّن مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ (سورۂ یوسف:۱۰۵)

اور آسمان وزمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن پر یہ گزرتے ہیں اور اُن سے آنکھیں بند کر کے چلے جاتے ہیں۔

یعنی کتنی نشانیاں ہیں اس زمین وآسمان میں کہ اس کے پاس سے یہ لوگ منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں، اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں، ان سے کوئی سبق نہیں لیتے، اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ میں سورہ یونس میں کہا گیا:

وَمَا تُغْنِي الْآيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ.

جو لوگ ایمان نہیں رکھتے اُن کے لیے نشانیاں اور ڈراونے کچھ کام نہیں آتے۔ (سورہ یونس ۱۰۱)

ایک جگہ فرمایا گیا:

سَنُرِيهِمْ آيٰتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ. (فصلت: ۵۳)

ہم عنقریب ان کو اطرافِ عالم میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی نشانیاں دکھلائیں گے، یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ حق ہے۔

اس وقت کا اہم ترین واقعہ جس کی طرف خاص طور پر ہم ہندوستانی مسلمانوں کی توجہ ہونی چاہیے وہ روزمرہ کے فسادات ہیں، یہ فسادات کیوں ہوتے ہیں؟ کیا یہ محض اتفاقی واقعہ ہیں؟ یا یہ مسلمانوں کی تقدیر بن گئے ہیں؟ اس میں کچھ ہماری کوتاہی، ہمارے طرز عمل کو بھی دخل ہے، اور اس سے کچھ ہم پر بھی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں یا صرف حکومت اور انتظامی عملے ہی پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ یہ مسئلہ تمام مسائل میں اس وقت سب سے زیادہ قابل غور ہے، اگرچہ اپنے حجم وتعداد (Quantity) میں یہ کوئی بڑا مجمع نہیں، لیکن آپ حضرات اپنی ثقافتی، اپنی ذہنی سطح (Quality) کے لحاظ سے بہت اہم ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ جو بات اس مختصر جماعت کے سامنے کہی جاسکتی ہے، وہ بعض اوقات بڑے مجمع میں کہی جانے والی بات سے بھی زیادہ قیمتی ہوگی۔

مسلمانوں کی ذمہ داریاں

مسلمانوں کا پہلا فرض تو یہ ہے کہ وہ جہاں بھی، جس ملک میں بھی ہوں وہاں وہ اولاً اپنے ہم وطنوں کو اللہ کی اس نعمت (دین حق) میں شریک کرنے کی کوشش کریں جو اللہ نے ان کو عطا کی ہے، اوران کو اس کی فکر رہے، یہ فکر سب سے زیادہ پیغمبروں کو رہا کرتی تھی ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار رسول ﷺ کو تسکین دی:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ.

اے پیغمبر، شاید تم اس رنج سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے تئیں ہلاک کردو گے۔ (سورہ شعراء۔ ۳)

اس کے بعد درجہ بدرجہ جن لوگوں کو ان سے زیادہ مناسبت ہوتی ہے، ان کے اندر یہ فکر زیادہ ہوتی ہے تو پہلا درجہ تو یہ ہے کہ مسلمان جس ملک میں بھی رہیں وہاں ہدایت کو عام کریں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر جو احسان فرمایا ہے، ان کو جو ہدایت دی ہے، ان کو جو روشنی عطا فرمائی ہے، اس روشنی کو زیادہ سے زیادہ پھیلائیں، سارا قرآن شریف اس سے بھرا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔

دوسرا فرض جو از روئے دین، انسانیت اور عقل سلیم ہم پر عائد ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ ہم اپنا تعارف کرائیں کہ ہم کس دین کے ماننے والے ہیں، کن اصولوں کو ہم تسلیم کرتے ہیں اور ہماری زندگی کن چیزوں کی پابند ہے، اس کے ساتھ ساتھ ہم اپنے اخلاق سے لوگوں کو مانوس اور قریب کریں، لوگوں کو اس دین کے مطالعے پر آمادہ کریں، جس دین کے ہم پابند ہیں، اس دین کے بارے میں ان میں تجسس (Curiosity) پیدا ہو۔ یہ کس طرح کے لوگ ہیں، یہ کس دین کو مانتے ہیں، ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے ، ہر ایک کے خیر خواہ ہیں ، یہ دولت ہی کو سب کچھ نہیں سمجھتے ، اُن کے نزدیک کچھ اور حقائق ہیں، کچھ اور (Values) ہیں، کچھ اور (Ideal) ہیں، یہ کس طرح کے لوگ ہیں جن کو دولت کی بڑی سے بڑی مقدار خرید نہیں سکتی، ان کو اپنے اصول سے ہٹا نہیں سکتی، ان کو ظلم پر آمادہ نہیں کرسکتی، کیا ان کے سامنے کوئی اور عالم ہے جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے، ذہن پر چوٹ لگانے والی بعض چیزیں ہوتی ہیں، جو بعض اوقات آدمی کی زندگی اور خیالات میں انقلاب پیدا کردیتی ہیں۔

صرف ایک جملہ ہدایت کا سبب بن گیا

جبّار بن سلمیٰؓ نامی ایک صحابی تھے، وہ اسلام لائے، اُن سے کسی نے کہا کہ آپ کیسے اسلام لائے؟ آپ تو اپنے مذہب میں بڑے سخت تھے؟ انہوں نے کہا کہ ایک فقرہ اس کا سبب بن گیا، واقعہ یہ پیش آیا کہ میں نے ایک مسلمان (عامر بن فہیرہؓ) کو نیزہ مارا اور وہ نیزہ ایک پہلو سے گھُس کر دوسرے پہلو سے نکل گیا، اور وہ تڑپ کر گر گئے، زمین پر گرتے گرتے اور جان دیتے دیتے ان کی زبان سے ایک جملہ نکلا اور وہی جملہ ہے جو مجھے اسلام کی طرف کھینچ لایا، انہوں نے کہا کہ ” کعبہ کے رب کی قسم! میں تو کامیاب ہوگیا “، میں نے سوچا کہ کامیابی کسے کہتے ہیں؟ کیا کامیابی کے دو معیار ہیں؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک شخص جاں کنی کے عالم میں گرتا ہے، تھوڑی دیر میں وہ دنیا کی ہر لذت سے محروم ہوجائے گا، وہ جانتا ہے کہ اس کی بیوی بیوہ ہوجائے گی، اس کے بچے یتیم ہو جائیں گے، پھر کس چیز کو دیکھ کر وہ کہتا ہے کہ میں کامیاب ہوگیا؟ میرے دل میں ایک خلش پیدا ہوگئی کہ معلوم کرنا چاہیے کہ مسلمان کامیابی کسے کہتے ہیں؟ میں نے دیکھا کہ تمام دنیا کی ناکامیاں اس کے لیے جمع ہوگئیں، اور اس نے ہر چیز سے ہاتھ دھولیا، مگر وہ ایسے وقت میں جب کوئی جھوٹ بول نہیں سکتا، کہتا ہے کہ میں کامیاب ہوگیا۔ (مرتے وقت عام طور پر کوئی جھوٹ نہیں بولتا اور عرب تو زندہ رہ کر بھی جھوٹ نہیں بولتے تھے)

میں نے لوگوں سے کہا کہ اس نے کیا دیکھ کر کہا کہ میں کامیاب ہوگیا؟ انہوں نے کہا کہ تم نہیں جانتے اس کو خوشی تھی کہ میں نے حق کے لیے جان دی، یہ مسلمان اللہ پر یقین رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جو شہید ہوتے ہیں وہ جنت میں جاتے ہیں، اس زخمی مسلمان نے کچھ دیکھا ہوگا، جنت دیکھی ہوگی اور یہ یقین اس کے دل میں بیٹھا ہوگا کہ میں شہید ہوجاؤں گا تو جنت میں جاؤں گا تو اس نے کہا کہ میں کامیاب ہوگیا، کہنے لگے کہ اس جملے نے میرے دل کو پکڑ لیا اور کھینچ کر دائرہ اسلام میں لے آیا۔

حضرات! میں نے جو واقعہ سنایا یہ بہت آخری درجے کا واقعہ ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ ہر مسلمان اس کا مظاہرہ کرسکتا ہے اور کرنا چاہیے، البتہ مسلمانوں کا طرز زندگی ضرور ایسا ہونا چاہیے تھا کہ پڑوسیوں کو اور اس ملک کی دوسری آبادی کو وہ یہ سوچنے پر آمادہ کریں کہ یہ کیسے لوگ ہیں، کیا یہ پیسے کی قیمت نہیں جانتے، یہ نہیں جانتے کہ پیسے سے آدمی عیش وراحت، عزت وطاقت کے کیسے سامان خرید سکتا ہے، یہ نہیں جانتے کہ جھوٹ بولنے سے بعض مرتبہ کتنا فائدہ ہوتا ہے، یہ نہیں سمجھتے کہ بڑی عمدہ کوٹھیوں میں، بڑے بینک بیلنس کے ساتھ آدمی کس طرح عیش سے رہ سکتا ہے، پھر یہ اُن چیزوں کے پیچھے کیوں نہیں دوڑتے جن کے پیچھے ہم دوڑتے ہیں، جو چیزیں ہمیں خرید لیتی ہیں، وہ چیزیں انہیں کیوں نہیں خرید لیتیں؟

صلح حدیبیہ کے بعد اسلام کی طرف کثرت سے پیش رفت کی وجہ

کاش ہماری زندگی ایسی ہوتی جو لوگوں کو اسلام کی طرف کھینچتی، میں مثال کے طور پر کہتا ہوں، یہ اہل علم کے لیے ایک سوال ہے کہ آنحضرت ﷺ تیرہ برس تک مکّہ معظّمہ میں اسلام کی طرف دعوت دیتے رہے، اپنی ان تمام خصوصیات اور برکتوں کے ساتھ جو آپ کا حصہ تھیں، اللہ کی پوری مدد، پوری تائید آپ ﷺ کے ساتھ تھی، قرآن شریف نازل ہورہا تھا، اور دس برس مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ نے دعوت دی، کل تیئیس (۲۳) برس ہوئے، لیکن صلح حدیبیہ ہوئی ہے ۶ ھ میں، ہجرت کے چھٹے سال، اور مکّہ ۸ ھ میں فتح ہوا، امام زہری جو بڑے جلیل القدر تابعی اور امام ہیں، کہتے ہیں کہ اس دو ڈھائی برس میں جتنی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے ہیں، پورے بیس اکیس برس میں اس قدر لوگ مسلمان نہیں ہوئے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بات ہے؟ وہی اللہ کے رسول! وہی قرآن! وہی معجزات! وہی تاثیر، وہی صحبت کی برکت، لیکن دو ڈھائی برس میں جیسے معلوم ہوتا ہے پُشتہ ٹوٹ گیا ہو یا تسبیح کی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہو، تسبیح کے دانے بکھر گئے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ صلح حدیبیہ نے موقع دیا کہ عرب آزادانہ مدینہ آئیں جائیں، اور مسلمانوں کی زندگی دیکھیں، اب تک ایک دیوار کھڑی تھی، اسلام اور کفر کے درمیان اور لڑائیاں ہورہی تھیں، غیر مسلم مدینے میں آتے ڈرتے تھے، اب مسلمان اِدھر گئے، غیر مسلم اُدھر گئے، ان کو مسلمانوں کو دیکھنے کا یا میدانِ جنگ میں موقع ملتا تھا یا پھر سفر وغیرہ میں کہیں ساتھ ہوجائے وہ بھی کم، لیکن صلح حدیبیہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکہ کا جو آدمی چاہے مدینہ میں بے خطر آئے، اور جو مسلمان چاہے بے خطر مکّہ چلا جائے، ملنے جلنے کی پوری آزادی ہے، کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا، بس پھر کیا تھا؟ مکے کے لوگ اپنے عزیزوں سے ملنے مدینہ آئے تو دیکھا کہ اُن کی زندگیاں بدل گئیں، ہم سب ایک ہی زبان بولتے ہیں، ایک ہی نسل کے لوگ ہیں، ایک ہی لباس پہنتے ہیں، ایک ہی خوراک ہے، پھر کیا بات ہے کہ ان کے اخلاق ہم سے مختلف ہیں؟ ان کا معاملہ اُن کا طرز گفتگو ہم سے مختلف ہے، ہم اُن کے یہاں مہمان رہتے ہیں، (حالانکہ ہم ان کے مذہب کے نہیں) تو یہ اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کر ہمیں کھلاتے ہیں، یہ پہلے ہماری خبر لیتے ہیں، پھر اپنے گھر والوں کی خبر لیتے ہیں، ہمیں پہلے آرام سے سُلاتے ہیں پھر خود سوتے ہیں، انہوں نے نہ کبھی ہمارا مذاق اڑایا، نہ ہم پر کبھی کوئی فقرہ کسا، ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ اپنے کاموں میں بڑے مُستعد ہیں، یہ نہیں کہ اسلام لانے کے بعد یہ کاہل ہوگئے ہوں، نماز کے وقت نماز پڑھتے ہیں اور کام کے وقت کام کرتے ہیں، اور اپنے بال بچوں کے ساتھ بھی ان کا بڑا اچھا برتاؤ ہے، سب ان سے خوش ہیں، یہ فرق کہاں سے آیا؟ معلوم ہوا کہ یہ فرق اسلام نے پیدا کیا، اب ان کو اسلام پر غور کرنے کا موقع ملا، اور وہ اسلام کی طرف کھینچنے لگے، ہزاروں ہزار آدمی مسلمان ہوئے، امام زُہری سے بڑھ کر معترب کون ہوسکتا ہے، حدیث کی روایت کے بڑے حصے کا دارومدار اِن پر ہے، وہ کہتے ہیں کہ عربوں کو اس عرصے میں مسلمانوں سے ملنے کا موقع ملا، انہوں نے مسلمانوں کو قریب سے دیکھا، اس سے اسلام نے ان کے دل میں گھر کرلیا اور اپنا عاشق بنالیا۔

اہل وطن کے درمیان مسلمانوں کی شناخت

اب آپ بتائیے کہ کسی ملک میں مسلمان ایک ہزار برس سے ہوں اور وہ مسلمان نہ اپنا تعارف کراسکیں، نہ اُن کو متاثر کرسکیں تو بتائیے کہ یہ کوتاہی ہے یا نہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے اخلاق کی خوشبو ہمارے ہم وطنوں کو نہیں پہنچ سکی، انہوں نے ہم کو سیاسی میدان میں دیکھا یا انتخابی معرکہ (الیکشن) کے

میدان میں ہم کو آزمایا، یا تجارت کے مقابلے میں ہم کو دیکھا، مسجدوں میں یہ آتے نہیں، انہوں نے ہم کو معاملات میں نہیں پرکھا، انہوں نے ہم کو اخلاق سے نہیں جانچا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اس طرح مسلمانوں پر حملہ کرتے ہیں، جیسے بالکل غیر مانوس پردیسی اور دشمن پر کرتے ہیں، ابھی تک ان کو یہی نہیں معلوم کہ ہم اپنے اندر کیا جوہر رکھتے ہیں، کیسی محبت رکھتے ہیں، کیسی انسانیت رکھتے ہیں ہمارے دل میں ان کے لیے کیسی خیر خواہی کا جذبہ ہے، ہم اس ملک کے لیے کتنے مفید ہیں، کتنے ضروری ہیں؟ ہماری وجہ سے ایک ملک پر اللہ کی کیسی رحمتیں نازل ہوسکتی ہیں، ابھی تک ہم غیر مسلموں کو اور اپنے پڑوسیوں تک کو واقف نہیں کرا سکے، اس کا ثبوت برابر ملتا رہتا ہے، آپ کسی پڑھے لکھے ہندو سے پوچھ لیجئے کہ آپ نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے؟ کہیں گے بالکل نہیں، اچھا آپ اسلام اور مسلمانوں سے متعلق کیا جانتے ہیں؟ وہ کہیں گے کہ ہم مسلمانوں سے متعلق اتنا جانتے ہیں کہ مسلمان ختنہ کراتا ہے، گائے کا گوشت کھاتا ہے، اور کچھ بات ہوجائے تو اُسے بڑی جلدی غصہ آجاتا ہے، تین علامتیں مسلمان کی بتائیں، (ویسے یہ دوسری بات ہے کہ مسلمان سر پر چوٹی نہیں رکھتا) ہم سے ہمارے ایک عرب فاضل دوست کہتے تھے کہ جب میں امریکہ گیا تو وہاں لوگ مسلمان اور عرب سمجھ کر مجھ سے دو باتیں پوچھتے تھے، ایک یہ کہ یہ بتاؤ کہ تمہارے حرم میں کتنی بیویاں ہیں؟ دوسرے تمہارے دروازے پر کتنے اونٹ بندھے ہیں؟ تو گویا مسلمان کی پہچان امریکہ میں دو ہیں، کئی بیویاں رکھتا ہو، اور اونٹ ضرور پالتا ہو، تو آج یہ ہندوستان کا ہندو جو متوسط درجے کا ہے، (اسکالرز کو آپ الگ کردیں) وہ یہ تین چار علامتیں مسلمانوں کے بارے میں جانتا ہے کہ ختنہ کراتا ہے، گائے کا گوشت کھانا اس کے مذہب میں داخل ہے، چوری سے کھائے، وہ سمجھتا ہے کہ ایمان اس کا ناقص ہوگا اگر وہ گائے کا گوشت نہ کھائے، اور غصہ اس کی ناک پر رکھا ہوا ہے، بات تم نے کی اور مسلمان کو غصہ آگیا مسلمان کی دوسری اہم خصوصیت یہ ہے (گویا دین کی علامت ہے) کہ مسجد کے سامنے دوسروں کا باجا نہیں سن سکتا، چاہے خود بجائے، لیکن غیر مسلم کی بارات کا باجا نہیں سن سکتا مسجد کے سامنے۔ اپنی اس کی جان ایک کردے گا، یہ ہے کُل تعارف ہمارا اس ملک میں۔

میں ہردوئی سے لکھنؤ آرہا تھا، کچھ احباب ساتھ تھے، نماز کا وقت ہوا تو ہم (ریل میں) نماز کے لیے کھڑے ہوئے رکوع میں، سجدے میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہنا ہوتا ہے، ایک صاحب جو ہمارے قریب بیٹھے تھے اور جنہوں نے اپنا تعارف کرایا تھا کہ وہ ایک ضلع کے ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیئرمن ہیں، انہوں نے بڑے بھولے پن سے پوچھا کہ مولانا صاحب! یہ بار بار آپ اللہ اکبر اللہ اکبر! کہتے تھے، یہ اکبر بادشاہ کا نام لیتے تھے؟ ہم ابھی تک انہیں اذان کا مطلب تک نہیں سمجھا سکے جو پانچوں وقت (اور اکثر جگہ لاؤڈ اسپیکر سے) ہوتی ہے، ہمارے ایک بزرگ تھے۔ انہوں نے کہا بھائی! کچھ نہیں تو کم سے کم اذان میں جو کچھ کہا جاتا ہے اسی کا ہندی میں ترجمہ کردیں، ہندو بھائی سمجھتے ہیں کہ اذان میں ہمارے بتوں کو برا بھلا کہا جاتا ہے، یا ہمیں برا بھلا کہا جاتا ہے، یا یہ جہاد کا نعرہ ہے، ان کو نہیں معلوم کہ ’’حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ، حَیَّ عَلَی الفَلاح، الصَّلٰوۃُ خَیرٌ مِّنَ النَّوم‘‘ کے معنی کیا ہیں؟

خود احتسابی کی ضرورت

تو ہم اس ملک میں کرتے کیا رہے اتنے دنوں تک؟ جب فساد ہوجاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ دیکھئے صاحب یہ کیسے لوگ ہیں کہ اتنے دنوں سے ہم ان کے ساتھ رہ رہے ہیں اور ذرا بھی ان کو ہمارے ساتھ تعلق نہیں ہے، اس میں ہمارے اِن ہم وطنوں کی بھی غلطی ہے، اُن کے رہنماؤں کا بھی قصور ہے، اس سیاسی نظام اور الیکشنی طریقے کا بھی عیب ہے، تعلیمی نصاب اور کورس و مطالعے کی کتابوں کی بھی ذمہ داری ہے، میں ان حقیقتوں کو تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے خوب جانتا ہوں، مگر اس وقت غیر مسلم بھائیوں اور حکومت و تعلیم کے ذمہ داروں سے میرا خطاب نہیں ہے، جب ہوگا تو بتاؤں گا کہ خود اُن کی کتنی بڑی ذمہ داری تھی کہ وہ اس عظیم ترین اقلیت کے بنیادی عقائد، تہذیب و معاشرت اور اخلاق و عادات اور خصوصیات کو سمجھنے کی کوشش کرتے جو ایک ہزار سال سے زیادہ مدت سے اُن کے ساتھ دیوار بدیوار رہتی چلی آرہی ہے، اور جس نے اس ملک کی تعمیر و ترقی میں قائدانہ کردار ادا کیا ہے اور جس کے ہم مذہب ان کے ہمسایہ ممالک اور درجنوں آزاد ملکوں میں رہتے بستے ہیں، نیز محکمۂ تعلیم کے ذمہ داروں اور ملک کے دانشوروں کو بارہا بتایا جاچکا ہے کہ تاریخ کی نصابی کتابیں کس قدر نفرت اور خوف پیدا کرنے کی ذمہ دار ہیں، خود ہمارے ہم وطنوں کے اندر بھی بہت سی کمزوریاں ہیں، مگر ان کی کمزوریاں آپ کے سامنے بیان کرنے سے

کوئی فائدہ نہیں، میں تو اس وقت اپنی کمزوریاں بیان کر رہا ہوں کہ ہم نے اپنے سے ان کو مانوس نہیں کیا، اسلام کا تعارف نہیں کرایا، آپ ہی میں سے کوئی بتائے کہ ہم میں سے کتنوں نے اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو، یا کلاس فیلو دوستوں کو کوئی چیز ایسی پڑھنے کو دی ہو جس سے اسلام کا تعاف ہو، میں پوچھتا ہوں کہ مرہٹی، گجراتی تامل میں اسلام کے تعارف میں کتنی چیزیں ہیں، جو غیر مسلموں کو آنکھ بند کر کے دی جاسکیں؟ علاقائی زبانوں میں ہم نے کتنا کام کیا؟ ان میں کتنے اچھے لکھنے والے ہم مسلمانوں میں پیدا ہوئے، ہاں یہاں بڑے بڑے جرنلسٹ مل جائیں گے، بہت کریں گے تو ہم اردو کا اخبار نکالیں گے، چار نکل رہے ہیں تو پانچواں نکالیں گے اور اسے بہت بڑا جہاد سمجھیں گے، کیا مرہٹی، گجراتی کا کوئی روزنامہ نکالنے کی ضرورت نہیں تھی؟ یا کم سے کم کوئی ویکلی نکالنے کی ضرورت نہیں تھی؟ ایسا اخبار جو جدید اسٹائل میں ہو بالکل اپٹوڈیٹ، ہم آج تک انگریزی کا کوئی روزنامہ نہیں نکال سکے، جب فساد ہو جاتا ہے اور اخباروں میں یک طرفہ خبریں شائع ہوتی ہیں تو شکایت کرتے ہیں کہ دیکھئے صاحب کیسا اندھیر ہے کہ ہم ہی مارے جائیں اور ہم ہی ملزم ٹھہرائے جائیں، مجھے خوب یاد ہے کہ مسلم پرسنل لا کا جلسہ (دسمبر ۷۲ء میں) بمبئی میں ہوا تھا، بڑا عظیم الشان جلسہ تھا، خیال یہ ہے کہ پچاس ساٹھ ہزار یا غالباً لاکھ آدمی شریک تھے، اگلے دن یا اسی دن دلوائی صاحب نے ایک مظاہرہ (Demonstration) کیا، مسلمانوں نے ان پر چپل پھینکے، ان کو مارنے دوڑے اور پولیس نے ان کو گھیرے میں لے کر نکال لیا، دوسرے دن بمبئی کے انگریزی اخباروں میں ہمارے جلسے کی خبر تو ایک کونے میں ذرا سی دی گئی اور دلوائی صاحب کے مظاہرہ کی ایسی تھی جیسے اس میں دس بیس ہزار آدمی تھے۔

ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

فساد کے مستقل سدِ باب کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنا طرز زندگی ایسا بنائیں جس میں کشش ہو غیر مسلم کے لیے، وہ دیکھیں کہ مسلمان اس طرح نظر نیچی کر کے چلتا ہے، اس سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی، وہ دیکھیں کہ اسٹیشن پر نل کھلا ہوا ہے اور مَنوں پانی بہہ رہا ہے، ہزاروں آدمی دیکھتے ہیں اور گزر جاتے ہیں، ایک مسلمان جاتا ہے اور نل بند کر دیتا ہے، وہ کہتا ہے کہ پانی ہمارے خدا کی دی ہوئی نعمت ہے، یہ ہمارے ملک کا پانی ہے اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے، بارہا ایسا ہوا، سفر ہے، فرسٹ کلاس ہے، ہمارے غیر مسلم ہم سفر نے چائے کا آرڈر دیا، اُن کی چائے میں دیر ہوئی، ہماری پہلے آگئی ہم نے ان کو پیش کر دی اور کہا کہ جب آپ کی آئے گی تو ہم پی لیں گے، یہ بھی کوئی قابل ذکر بات ہے، لیکن وہ بالکل توقع نہیں کرتے تھے کہ مسلمان اس طرح کے کام کرتے ہیں، اس سے ان کا تخیل اسلام کے متعلق بدلتا ہے، وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اسلام پھاڑ کھانے والی، چٹکی لینے والی چیز نہیں، اسلام تو انسانیت کی تعمیر کا سانچہ ہے، جس سے انسان ڈھل کر نکلتے ہیں، اپنے طرز عمل سے بازاروں میں، دفتروں میں، کارخانوں اور جہاں جہاں اپنے ہم وطنوں کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملتا ہے، آپ اسلامی تعلیمات، اسلامی اخلاق اور اسلامی سیرت کا دل کش نمونہ پیش کریں، بوڑھا آدمی ہو تو اس کو سہارا دے دیں، کوئی عورت ہو تو اس کی مدد کریں اور کوئی غلط کام ہو رہا ہو، جس سے معاشرے کو تکلیف یا ملک کا نقصان ہو رہا ہو تو اس کی اصلاح اور اس کو نرمی کے ساتھ روکنے کی کوشش کریں۔

اس وقت کے حالات کی رعایت سے میں نے اتنی بات کہی ہے اور کہنے کی باتیں تو بہت تھیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور عمل کی توفیق دے، ہماری معروضات کو قبول فرمائے اور مفید بنائے اور ہماری حفاظت و نصرت فرمائے کہ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆......☆......☆

سوشل میڈیا ڈیسک آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

ہر ہفتہ خطاب جمعہ حاصل کرنے کے لیے درج ذیل نمبر پر اپنا نام اور پتہ ارسال کریں

9834397200